حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع أکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔ (رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

# دِفَاعِ اَسلاف

ہند

اشاعت نمبر ۴

فہرست مضامین

* سلسلہ دفاع فضائل اعمال ۴
جمہور محدثین کے نزدیک حضور ﷺ کا خونِ مبارک پاک ہیں۔ (غلام مصطفی ظہیر امن پوری اور دیگر غیر مقلدین کو جواب)

* حدیث "لَئِنْ قَامَ (یعنی عیسی بن مریم) عَلَی قَبْرِي فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ لَأُجِیبَنَّهُ" کی تحقیق





زیرِ سرپرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
رد امت بکاتہم

# سلسلة دفاع فضائل اعمال ۴

## جمہور محدثین نے نزدیک حضور ﷺ کا خونِ مبارک پاک ہیں۔

(غلام مصطفی ظہیر امن پوری اور دیگر غیر مقلدین کو جواب)

-مولانا عبدالرحیم قاسمی

اہل سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ حضور ﷺ کا خون مبارک پاک ہے۔ اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس مسئلہ پر دلائل درج ذیل ہے:

**حدیث نمبر ۱:**

امام ابو بکر بن ابی عاصمؒ (م ۲۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، أنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نا هُنَيْدُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْتَجِمُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: «يَا عَبْدَ اللَّهِ، اذْهَبْ بِهَذَا الدَّمِ فَأَهْرِقْهُ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ» فَلَمَّا بَرَزَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَمَدَ إِلَى الدَّمِ فَشَرِبَهُ، فَقَالَ: «يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا صَنَعْتَ؟» قَالَ: جَعَلْتُهُ فِي أَخْفَى مَكَانٍ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَخْفَى عَلَى النَّاسِ، قَالَ: «لَعَلَّكَ شَرِبْتَهُ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «وَلِمَ شَرِبْتَ الدَّمَ؟ وَيْلٌ لِلنَّاسِ مِنْكَ، وَوَيْلٌ لَكَ مِنَ النَّاسِ»

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا اس حال میں کہ، آپ حجامہ لگوا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے، تو فرمایا: اے عبد اللہ! اس خون کو لے جاؤ اور اس طرح بہاؤ کہ کوئی اسکو نہ دیکھے۔ جب نبی ﷺ کے پاس سے نکلے، تو انہوں نے آپ ﷺ کے خونِ مبارک کو جان بوجھ کر پی لیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ تم نے (خون کا) کیا کیا؟ انہوں نے کہا: سب سے خفیہ مکان جس کے بارے میں میرا گمان تھا کہ لوگ اس پر مطلع نہیں ہو سکیں گے، میں نے اسے وہاں رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید تم نے اسے پی لیا؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے خون کیوں پیا؟ لوگوں کی تم سے خیر نہیں اور تمہاری لوگوں سے خیر نہیں۔ **(الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: حدیث نمبر ۵۷۸، وللفظ لہ، مسند بزار: حدیث نمبر ۲۲۱۰)**

**اسکین:** الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم

الآحاد والمثاني

المجلد الأول

تأليف

ابن أبي عاصم

٢٠٦ ـ ٢٨٧

تحقيق الدكتور

باسم فيصل أحمد الجوابرة

أستاذ الحديث المشارك بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

دار الراية

٥٧٧ ـ **حدثنا** أبو بكر بن أبي شيبة نا أبو نعيم نا عبد الواحد بن أيمن قال: رأيتُ ابن الزبير له جُمة الى العنق وكان يفرق.

٥٧٨ ـ **حدثنا** محمد بن المثنى انا موسى بن إسماعيل نا هنيد بن القاسم قال: سمعت عامر بن عبد الله بن الزبير أن أباه حدثه أنه أتى النبي ﷺ وهو يحتجم فلما فرغ قال: **«يا عبد الله اذهب بهذا الدم فأهرقه حتى لا يراه أحد»** فلما برز عن النبي ﷺ عمد إلى الدم فشربه فقال: **«يا عبد الله ما صنعت»**؟قال: جعلته في أخفى مكان ظننتُ أنه يخفى على الناس قال: **«لعلك شربته»** قال: نعم قال: **«ولم شربت الدم ويل للناس منك وويل لك من الناس»**.

٥٧٩ ـ **حدثنا** أبو بكر بن أبي شيبة نا يحيى بن يعلى التيمي عن أبيه يعلى بن حرملة قال: دخلت مكة بعدما قتل ابن الزبير بثلاثة ايام وهو جسد منصوب قال: فجاءت أمه عجوز كبيرة طويلة مكفوفة البصر فقالت للحجاج أما آن لهذا الراكب أن ينزل؟فقال الحجاج: المنافق فقالت: لا والله ما كان منافقاً إن كان لصواماً قواماً براً.

---

٥٧٨ ـ رواه البزار في مسنده كما في كشف الأستار كتاب علامات النبوة ٣/١٤٥ رقم ٢٤٣٦، من طريق محمد بن المثنى به نحوه مختصراً بدون ذكر ويل للناس منك وويل لك من الناس، ورواه أبو نعيم في الحلية ١/٣٣٠ والحاكم في المستدرك ٣/٥٥٤ كلاهما من طريق موسى بن إسماعيل به نحوه، ورواه الطبراني كما في مجمع الزوائد ٨/٢٧٠ وقال الهيثمي ورجال البزار رجال الصحيح غير هنيد بن القاسم وهو ثقة.

٥٧٩ ـ رواه أبو نعيم في الحلية ١/٣٣٣ ـ ٣٣٤ من طريق أحمد بن يونس ثنا أبو المحيا يحيى بن يعلى به نحوه وفيه زيادة، ورواه الطبراني في الكبير كما في مجمع الزوائد ٩/٢٦١ وقال الهيثمي وفيه يحيى بن يعلى وهو ضعيف، وذكره الذهبي في السير ٢/٢٩٤ في ترجمة أسماء رضي الله عنها.

٤١٤

اس روایت کی سند کے رواۃ کی تحقیق درجِ ذیل ہے:

۱- امام ابو بکر بن ابی عاصمؒ (م ۲۸۷ھ) ثقہ، امام، حافظ، مصنف ہے۔ **(لسان المیزان: جلد ۹: صفحہ ۲۷)**

۲- محمد بن مثنیؒ (م ۲۵۲ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ، مضبوط راوی ہے۔ **(تقریب: رقم ۶۲۶۴)**

۳- موسیٰ بن اسماعیلؒ (م ۲۲۳ھ) بھی صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ، مضبوط راوی ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۹۴۳)**

۴- ھنید بن القاسمؒ بھی ثقہ راوی ہیں۔

امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) محدث علاء الدین الہندی (م ۹۷۵ھ) اور امام ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ **(کتاب الثقات لابن حبان: جلد ۵: صفحہ ۵۱۵، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۴۰۱۰، تلخیص الجبیر: جلد ۱: صفحہ ۴۴)**

نیز امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ)، امام ضیاء الدین المقدسیؒ (م ۶۴۳ھ)، امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)، حافظ محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے بھی صحیح و حسن قرار دیا ہے۔

**نوٹ:** ان ائمہ حدیث و علماء کے حوالے آگے آرہے ہیں۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک کسی روایت کی تصحیح و تحسین (یعنی کسی محدث کا کسی روایت کو صحیح کہنا)، اس روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ **(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں: صفحہ ۱۷، انوار البدر: صفحہ ۲۷)**

معلوم ہوا کہ امام حاکمؒ، امام ضیاء الدین مقدسیؒ، امام ابن حجر عسقلانیؒ، امام سیوطیؒ، اور حافظ محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ وغیرہ نے بھی ہنید بن قاسمؒ کی توثیق کی ہے۔

۵- عامر بن عبد اللہ بن الزبیرؒ صحیحین کے راوی اور ثقہ، عابد ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۰۹۹)**

۶- عبد اللہ بن زبیرؓ مشہور صحابی ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۳۱۹)**

لہذا یہ سند صحیح ہے۔

اور اس روایت کو درجِ ذیل، محدثین و سلفِ صالحین نے صحیح و حسن قرار دیا ہے:

۱- امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ)۔ **(المستدرک للحاکم: جلد ۳: صفحہ ۶۱۸)**

**وضاحت:**

**'المستدرک'** میں موجود ساری احادیث امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کے نزدیک صحیح ہیں، اور زبیر علی زئی نے بھی سکوت کے ذریعہ اس بات کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ **(اختصار علوم الحدیث: صفحہ ۲۰)**

۲- امام ضیاء الدین مقدسیؒ (م ۶۴۳ھ) نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ **(الاحادیث المختارۃ للمقدسی: جلد ۹: صفحہ ۳۰۹)** اور غیر مقلدین کے مطابق الاحادیث المختارہ کی ساری حدیثیں، امام ضیاء الدین المقدسیؒ کے نزدیک صحیح ہیں۔ **(تعداد قیام رمضان: صفحہ ۲۴)**

۳- امام محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ (م ۹۴۲ھ) نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ **(سبل الہدیٰ والرشاد: جلد ۱۰: صفحہ ۴۵۵)**

۴- امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) بھی اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔(**الخصائص الکبریٰ: جلد ۲: صفحہ ۳۲۰**)

۵- امام ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام طبرانیؒ اور امام بزارؒ نے مختصر نقل کیا ہے اور اس کے رجال صحیحین کے رجال ہیں، سوائے ہنید بن القاسمؒ کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔ (**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۴۰۱۰**)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث امام ہیثمیؒ کے نزدیک صحیح ہے۔

۶- امام بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ (**اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری: جلد ۴: صفحہ ۴۳۴**)

۷- امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) بھی اس روایت کی تحسین کی طرف مائل ہیں۔(**السنن الکبریٰ للبیہقی: جلد ۷: صفحہ ۱۰۶، حدیث نمبر ۱۳۷۰۶**)

تو معلوم ہوا کہ یہ روایت محدثین کے نزدیک بھی صحیح ہے۔[1]

---

[1] **اعتراض:**

غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔اس کا راوی ھنید بن قاسم بن عبد الرحمٰن مجہول ہے۔متقدمین ائمہ محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔لہذا حافظ ہیثمیؒ کا اس کو ثقہ قرار دینا اور حافظ بن حجرؒ کا 'لاباس به' کہنا صحیح نہیں۔(**مجلہ السنہ: ش ۳۰: ص ۲۴**)

**الجواب:**

حافظ ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) سے پہلے ،امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ)، امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ)، امام ضیاء الدین مقدسیؒ (م ۶۴۳ھ) وغیرہ نے بھی ھنید بن قاسمؒ کی توثیق کی ہے۔جیسا کہ حوالہ گزر چکے،

نیز غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب کے شیخ ،زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ "اگر ایک راوی کو مجہول یا مستور وغیرہ کہا گیا ہے اور ۲ متساہل محدثین مثلاً حافظ ابن حبان و امام ترمذی اس کی توثیق صراحتاً یا اشارتاً کریں، تو اس راوی کو حسن الحدیث ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔" (**مقالات : ج۲ : ص ۱۱۱**)،اور ۲ متساہل محدثین امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ)اور امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے ھنید بن قاسمؒ کی توثیق کر دی ہیں۔لہذا ظہیر صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

اور سنئے ! یہی شیخ زبیر علی زئی صاحب اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ کسی راوی کی توثیق میں،اگر ابن حبانؒ کی تائید متاخرین میں سے حافظ ذہبیؒ، یا حافظ ابن حجرؒ کردے،تب تو اس کی روایت حسن درجہ کی ہوگی۔(دیکھئے ، **موصوف کا بیان :** **https://www.youtube.com/watch?v=DxA3HmYfbEQ** )

نیز، اس روایت کے مطابع وشواہد بھی موجود ہیں:

**متابع نمبر ۱:**

۱- امام ابو احمد بن غطریف **(م۳۷۷ھ)** فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا أَبُو خَلِيفَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا سَعْدٌ أَبُو عَاصِمٍ مَوْلَى سُلَيْمَانَ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ كَيْسَانَ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَعَهُ طَسْتٌ، فَشَرِبَ مَا فِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا شَأْنُكَ يَا ابْنَ أَخِي؟» قَالَ: إِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ مِنْ دَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَوْفِي، فَقَالَ: «وَيْلٌ لَكَ مِنَ النَّاسِ، وَوَيْلٌ لِلنَّاسِ مِنْكَ، لَا تَمَسُّكَ النَّارُ إِلَّا قَسَمَ الْيَمِينِ»۔ **(جزء ابن غطریف: حدیث نمبر ۶۵)**

اور اسکو ذکر کرنے کے بعد، محدث علاء الدین الہندی **(م۹۷۵ھ)** نے اس روایت کے رجال کو **ثقہ** قرار دیا ہے۔ **(کنز العمال: جلد ۱۲: صفحہ ۴۶۹، حدیث نمبر ۳۷۲۲۴)** جزء ابن غطریف کے محقق، ڈاکٹر عامر حسن صبری اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت متابعت کی وجہ سے حسن ہے۔ **(حاشیہ جزء ابن غطریف: حدیث نمبر ۶۵)**[2]

---

اور یہاں بھی ھنیـــــــــــــــد بن قاسمؒ کی توثیق میں ابن حبانؒ کی تائید میں حافظ ابن حجرؒ موجود ہے۔ اس لحاظ میں سے بھی ظہیر صاحب کا اعتراض باطل ہے۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔

[2] **اعتراض:**

غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب کہتے ہیں کہ اس کی سند سخت ترین ضعیف ہے۔اس کے راوی سعد ابو عاصم مولی سلیمان بن علی اور کیسان مولی عبد اللہ بن الزبیر کی توثیق نہیں مل سکی، لہذا یہ سند مردود و باطل ہے۔ **(مجلہ السنہ: ش ۳۰ : ص ۲۵)**

**الجواب:**

سعد بن زیاد، ابو عاصمؒ کو امام ابن حبانؒ **(م۳۵۴ھ)** اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ **(م۸۷۶ھ)** نے ثقات میں شمار کیا ہے، امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ ان کی حدیثیں لکھے جائے اور وہ مضبوط نہیں (یعنی وہ ثقاہت کے اعلی درجہ پر فائز نہیں) ہے۔ **(کتاب الثقات لابن حبان : ج٦: ص ۳۷٦، کتاب الثقات للقاسم : ج۴ : ص ۴۳۲)** الغرض وہ حسن الحدیث ہے۔لہذا ان کو مجہول کہنا مردود ہے۔

**حدیث نمبر ۲:**

ابو سعیدؓ خدری اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ احد میں آپ ﷺ کے چہرہ پر زخم پہنچا، تو مالک بن سنانؓ نے آپ ﷺ کا خونِ مبارک پیا اور ان کو نگل لیا۔

ان سے کہا گیا کہ، کیا تم خون پی رہے ہو؟

تو انہوں نے کہا کہ: ہاں! میں رسول اللہ ﷺ کا خونِ مبارک پی رہا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا خون اس کے خون سے مل گیا، اس کو آگ نہیں چھو سکتی۔ یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ سیرۃ ابن ہشام، سنن سعید بن منصور، معجم الاوسط للطبرانی میں موجود ہے: امام ابن ہشامؒ (**م ۲۱۳ھ**) فرماتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَكَّائِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إسْحَاقَ الْمُطَّلِبِيِّ ذكر ربيح بن عبد الرحمن بن أبي سعيد الخدري عن أبيه، عن أبي سعيد الخدري: أن عتبة بن أبي وقاص رمى رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ، فكسر رباعيته اليمنى السفلى، وجرح شفته السفلى، وأن عبد الله ابن شهاب الزهري شجه في جبهته، وأن ابن قمئة جرح وجنته فدخلت حلقتان من حلق المغفر في وجنته، ووقع رسول الله صلى الله عليه وسلم في حفرة من الحفر التي عمل أبو عامر ليقع فيها المسلمون، وهم لا يعلمون، فأخذ علي بن أبي طالب بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ورفعه طلحة بن عبيد الله حتى استوى قائما، ومص مالك بن سنان، أبو أبي سعيد الخدري، الدم: عن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ازدرده ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مس دمي دمه لم تصبه النار۔ **(سیرۃ ابن ہشام: ج ۲: ص ۸۰، ج ۱: ص ۴، تاریخ الاسلام: ج ۱: ص ۱۲۳)**

اس روایت کی رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

**۱-** عبد الملک بن ہشام بن ایوب، ابو محمد الذہلیؒ (**م ۲۱۳ھ**) مشہور مغازی کے امام، نحوی اور ثقہ اخباری ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۶: ص ۴۷۴)**

---

نیز کیسانؒ مولی عبد اللہ بن الزبیر کو ، محدث علاء الدین الہندی (م ۹۷۵ھ) نے ثقہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا، تو اس روایت کو کم سے کم متابعات میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ظہیر صاحب کا اس روایت کو سخت ضعیف کہنا باطل ہے۔

۲ - زیاد بن عبد اللہ البکائیؒ (م ۱۸۳ھ) ابن اسحاقؒ کی روایت میں ثبت یعنی مضبوط ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۰۸۵)**

۳- محمد بن اسحاق بن یسارؒ (م ۱۵۱ھ) خود غیر مقلدین کے نزدیک ثقہ راوی ہیں۔ اور مغازی میں بر حال معتبر ہیں۔ **(الجرح والتعدیل: ج۷: ص۱۰۸۷)** اور یہ روایت بھی زیاد بن عبد اللہ البکائیؒ (م ۱۸۳ھ) کے طریق سے، مغازی کی ہے۔

۴- ربیح بن عبد الرحمٰن بن ابی سعید الخذریؒ ہمارے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔ امام ابن حبانؒ نے ثقات میں کیا، امام ابن عدیؒ نے کہا: ان کی طرف رجوع کرو، ان کوئی حرج نہیں ہے، امام ابو زرعہؒ شیخ کہتے ہیں۔ **(تہذیب الکمال: ج۹: ص۲۰)** امام حاکمؒ اور ذہبیؒ نے آپ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ **(المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی: ج۴: ص۲۵۴)**

۵- عبد الرحمٰن بن ابی سعید الخذریؒ صحیح مسلم کے راوی ہے اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۸۷۴)**

۶- ابو سعید الخذریؓ مشہور صحابی رسول ہیں۔ **(تقریب)**

۷- مالک بن سنانؓ شہداء احد میں سے ہے۔ اور ابو سعید الخذریؓ کے والد ہے۔ **(الاصابۃ لابن حجرؒ: ج۵ : ص ۵۳۸)**

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں۔ لیکن ابن اسحاقؒ کا عنعنہ موجود ہے۔ لیکن اس روایت میں ان پر تدلیس کا الزام باطل و مردود ہے۔ کیونکہ ان کے کئی متابع و شواہد موجود ہیں۔

**متابع نمبر ۱ :**

امام سعید بن منصورؒ (م ۲۲۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أنا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ السَّائِبِ ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ مَالِكًا أَبَا أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ لَمَّا جُرِحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ مَصَّ جُرْحَهُ حَتَّى أَنْقَاهُ وَلَاحَ أَبْيَضَ، فَقِيلَ لَهُ: مُجَّهُ، فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ لَا أَمُجُّهُ أَبَدًا، ثُمَّ أَدْبَرَ يُقَاتِلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا»۔ **(سنن سعید بن منصور: حدیث نمبر ۲۵۷۳)**

اس روایت کی سند کے رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

۱- امام سعید بن منصورؒ(**م۲۲۷ھ**) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ مصنف ہیں۔(**تقریب:رقم۲۳۹۹**)

۲- امام عبد اللہ بن وھبؒ(**م۱۹۸ھ**) صحیحین کے راوی اور ثقہ مصنف ہیں۔(**تقریب:رقم:۳۶۹۴**)

۳- عمرو بن حارثؒ(**م۱۵۰ھ**) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ،فقیہ،حافظ ہیں۔(**تقریب:رقم۵۰۰۴**)

۴- عمر بن السائبؒ(**م۱۳۴ھ**) سنن ابی داؤد کے راوی اور صدوق،فقیہ ہیں۔(**تقریب:رقم۴۹۰۰**)

یہ روایت صحیح مرسل ہے۔اس میں صحیحین کے راوی اور ثقہ،فقیہ،حافظ عمرو بن حارثؒ(**م۱۵۰ھ**) محمد بن اسحاقؒ کے متابع موجود ہے۔لہذا محمد بن اسحاقؒ(**م۱۵۱ھ**) پر تدلیس کا الزام مردود ہے۔

**متابع نمبر۲:**

امام طبرانیؒ(**م۳۶۰ھ**) فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا مَسْعَدَةُ بْنُ سَعْدٍ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، ثَنَا عَبَّاسُ بْنُ أَبِي شَمْلَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ، عَنِ ابْنِ الْأَشْقَعِ، عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَبَاهُ مَالِكَ بْنَ سِنَانٍ لَمَّا أُصِيبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ يَوْمَ أُحُدٍ، مَصَّ دَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَازْدَرَدَهُ، فَقِيلَ لَهُ: أَتَشْرَبُ الدَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَشْرَبُ دَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَالَطَ دَمِي بِدَمِهِ، لَا تَمَسُّهُ النَّارُ۔(**المعجم الاوسط للطبرانی:جلد۹:صفحہ۴۷**)

رواۃ کی تفصیل یہ ہے :

۱- امام طبرانیؒ(**م۳۶۰ھ**)،مشہور ثقہ،حافظ الحدیث اور ثبت امام ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم:ج۵:ص۹۰**)

۲- مسعدۃ بن سعد ابو القاسم المکیؒ(**۲۸۱ھ**) ثقہ راوی ہیں۔[3]

---

[3] **اعتراض:**

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ مسعدۃ بن سعد ابو القاسم المکیؒ کی کوئی توثیق نہیں ملی۔(**السنہ:ش۳۰:ص۲۳**)

۳- ابراہیم بن المنذر الحزامیؒ (م۲۳۶ھ) صحیح بخاری کے راوی ہے اور ثقہ، حافظ ہیں۔ **(سیر: ج۱۰: ص۶۸۹)**

۴- عباس بن ابی شملہؒ صدوق ہیں۔[4]

۵- موسی بن یعقوب الزمعی المدنیؒ جمہور کے نزدیک ثقہ اور حسن الحدیث ہیں۔ **(تہذیب تہذیب: ج۱۰: ص۳۷۸، من تکلم فیه وهو موثق: ص۱۸۳، اکمال تہذیب الکمال: ج۱۲: ص۴۲، تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین: ص۲۲۱، البدایہ والنہایہ: ج۷: ص۶۷۷، طبع هجر)**

۶- مصعب بن الاسقعؒ سے ۲ لوگ موسی بن یعقوب الزمعی المدنیؒ اور یزید بن ثمامہ بن الاسفع الارحبی نے روایت کی ہیں۔ اور امام ابن حبانؒ نے آپؒ کو ثقات میں کیا ہے۔ **(تبصیر المنتبه لابن حجر: ص۱۵، الثقات لابن حبان: ج۹: ص۱۷۴)**

---

**الجواب:**

طاہر بن عبدالعزیز ابوالحسن القرطبیؒ **(م۵۰۳ھ)**، حافظ احمد بن خالد ابن الجابؒ **(م۳۲۲ھ)** دونوں آپؒ کی تعریف کرتے ہیں۔ **(التذييل علی کتب الجرح والتعديل: ص۲۹۹)**، آپؒ کی حدیثیں کو امام ابو عوانہؒ **(م۳۱۶ھ)**، حافظ ضیاء الدین المقدسیؒ **(م۶۴۳ھ)**، امام منذریؒ **(م۶۵۶ھ)** اور حافظ عراقیؒ **(م۸۰۶ھ)** وغیرہ نے صحیح، حسن اور جید قرار دیا ہیں۔ **(صحیح ابو عوانہ: ج۳: ص۱۲، حدیث نمبر ۴۰۱۶، الاحادیث المختارہ: ج۹: ص۲۰۷، الترغیب والترہیب: ج۱: ص۱۴۱، إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبراني: ص۶۴۵)**، حافظ ہیثمیؒ نے بھی آپؒ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ **(مجمع الزوائد: ج۶: ص۱۳۰، حدیث نمبر ۱۰۱۳۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ج۶: ص۲۱۲)** لہذا آپؒ ثقہ ہیں۔

4 **اعتراض:**

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ عباس بن ابی شملہؒ کو ابن حبانؒ جو کہ متساہل ہیں نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام ابو حاتمؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ لہذا یہ ضعیف راوی ہے۔ **(السنہ: ش۳۰: ص۲۳)**

**الجواب:**

ابن حبانؒ کے ساتھ ساتھ حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ **(م۸۷۶ھ)** نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج۵: ص۴۵۲)**، اور تو اور عباس بن ابی شملہؒ کے مطابع میں امام عبد اللہ بن وہبؒ **(م۱۹۷ھ)** اور زیاد بن عبد اللہؒ **(م۱۸۳ھ)** جیسا ائمہ ثقات موجود ہے۔ جس سے اس روایت میں عباس کا صدوق ہونا واضح ہے۔ لہذا ظہیر صاحب کی جرح مردود ہے۔

اور ایسے راوی کو خود غیر مقلدین کے نزدیک متابعت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ، غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ابو القاسم بنارسی لکھتے ہیں کہ پس، متابعت والی روایت میں غیر ثقہ راوی سے بھی حرج واقع نہیں ہوتا۔ **(دفاع بخاری: صفحہ ۱۱۴)** اسی طرح اہل حدیث عالم ابو صہیب داؤد ارشد ایک راوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ضعیف ہے، لیکن متابعت میں کوئی حرج نہیں۔ **(دین الحق: جلد ۱: صفحہ ۳۱۷)**،

الغرض خود غیر مقلدین کے اصول سے اس راوی کو متابعت میں ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لحاظ سے بھی محمد بن اسحاقؒ پر تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

۷- ربیح بن عبد الرحمٰن بن ابی سعید الخدریؒ

۸- عبد الرحمٰن بن ابی سعید الخدریؒ کی توثیق گزر چکی۔

۹- ابو سعید الخدریؓ مشہور صحابی رسول ہیں۔ **(تقریب)**

الغرض ابو سعید خدریؓ کی روایت متابعت کی وجہ سے اور مضبوط و صحیح ہو چکی ہے۔ والحمد للہ۔

**حدیث نمبر ۳:**

امام طبرانیؒ **(م ۳۶۰ھ)** فرماتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَفَّافُ الْمِصْرِيُّ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ بُرَيْهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: احْتَجَمَ، فَقَالَ: «خُذْ هَذَا الدَّمَ، فَادْفِنْهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالطَّيْرِ وَالنَّاسِ» فَتَغَيَّبْتُ فَشَرِبْتُهُ، ثُمَّ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَضَحِكَ۔

حضرت سفینہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ حجامہ کروایا اور (پھر) فرمایا: اس خون (کو) لو، جانوروں، پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کر دو۔ میں وہاں سے نکلا اور اس کو پی لیا اور میں نے اور میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا: تو آپ ﷺ ہنس پڑے۔ **(المعجم الکبیر للطبرانیؒ: جلد ۷: صفحہ ۹۵)**

**سند کے راویوں کا تعارف یہ ہے:**

۱- امام طبرانیؒ مشہور محدث اور ثقہ، حافظ ہیں۔(**تاریخ الاسلام: جلد ۸: صفحہ ۱۴۳**)

۲- اسماعیل بن الحسن المصریؒ بھی ثقہ ہیں۔

آپ کو امام ہیثمیؒ نے ثقہ قرار دیا ہے اور امام ضیاء الدین مقدسیؒ نے آپ کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ (**مجمع الزوائد: جلد ۸: صفحہ ۲۷۰، المعجم الکبیر للطبرانی: جلد ۷: صفحہ ۹۵، الاحادیث المختارۃ: جلد ۸: صفحہ ۳۶۱**)

اور غیر مقلدین کے نزدیک امام ضیاء الدین مقدسیؒ نے الاحادیث المختارۃ کی ساری حدیثوں کو صحیح کہا ہے۔(**تعداد قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ: صفحہ ۲۳**) اور کسی محدث کا کسی روایت کو صحیح کہنا، اس روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(**مقالات زبیر علی زئی: جلد ۱ : صفحہ ۴۵۶، انوار البدر: صفحہ ۲۷**)

لہذا خود غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں اسماعیل بن الحسنؒ ثقہ ہیں۔

۳- احمد بن صالح المصریؒ (**م ۲۴۸ھ**) صحیح بخاری کے راوی ہیں اور ثقہ حافظ ہیں۔(**تقریب: رقم ۴۸**)

۴- محمد بن اسماعیل بن ابی فدیکؒ (**م ۲۰۰ھ**) صحیحین کے راوی ہیں اور صدوق ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۷۳۶**)

۵- بُرَیۃ بن عمر بن سفینہؒ سنن ابی داوٗد اور ترمذی کے راوی ہیں، اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔[5]

---

[5] **اعتراض:**

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں اس کی سند محل نظر ہے۔ اگے ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اس کی سند میں بریہ بن عمر بن سفینہ راوی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام عقیلیؒ لکھتے ہیں کہ اس کی حدیث پر متابعات نہیں کی گئ۔ حافظ ذہبیؒ نے اس کو لین کہا ہے۔ ابن حبانؒ سے بھی موصوف نے جرح نقل کی ہے۔(**السنۃ: ش ۳۰: ص ۲۷**)

**الجواب:**

صحابی سفینہؓ کے ترجمہ میں امام بخاریؒ کا قول "**فی اسنادہ نظر**" سے مراد "**فی اسنادہ مجھول**" ہے۔ کیونکہ خود امام بخاریؒ نے بُرَیۃ بن عمر بن سفینہؒ اور ان کے والد عمر بن سفینہؒ کے ترجمہ میں "**اسنادہ مجھول**" ہی کہا۔(**التاریخ الکبیر: ج ۲: ص ۱۴۹، ج ۶: ص ۱۶۰**)، لہذا یہاں پر نظر سے مراد جہالت ہے۔ نیز بعض محدثین نے بھی آپؒ کو مجہول کہا ہے، لیکن اہل حدیث عالم کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: کسی امام کا کسی راوی کو مجہول کہنا کوئی جرح نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجہول کہنے والے امام کو، اس رواۃ کے حالات نہیں ملے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر ائمہ کو بھی اس کے حالات معلوم نہیں۔ (**انوار البدر: صفحہ ۸۴**)

امام ابن حبانؒ نے ثقات میں اور امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ ہیں، امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ **(کتاب الثقات لابن حبان: جلد ۶: صفحہ ۱۱۹، مجمع الزوائد: جلد ۸ صفحہ ۲۷۰ ، الکامل لابن عدی: جلد ۲: صفحہ ۲۴۸)** امام ابوداودؒ **(م ۲۷۵ھ)** آپؒ کی روایت کو بذریعہ سکوت صالح کہا۔ امام ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں۔ **(سنن ابوداود: حدیث نمبر ۳۷۹۷، البدر المنیر: ج ۹: ص ۳۷۹)**

۶- عمر بن سفینہؒ بھی سنن ابی داؤد اور ترمذی کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۹۰۸)**

۷- سفینہؓ صحابی رسول ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۴۵۸)**

لہذا یہ سند **حسن** ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا خونِ مبارک پاک تھا، تبھی تو آپ ﷺ کے اصحابؓ نے اس کو پیا ہے۔ اور یہ نبی ﷺ کی خصوصیت تھی، سلفِ صالحین نے بھی یہی فرمایا ہے۔

**سلفِ صالحین کے ارشادات:**

۱- امام ہیثمیؒ **(م ۸۰۷ھ)** نے خون پینے کی حدیث، حضور ﷺ کے خصائص کے باب میں ذکر کی ہے۔ **(مجمع الزوائد: جلد ۸: صفحہ ۲۷۰)**

---

لہذا اگرچہ بعض ائمہ نے بُرَیْہؒ کو مجہول کہا ہے، لیکن بقولِ کفایت اللہ صاحب وہ جرح ہی نہیں ہے۔

عقیلیؒ کا قول سے بُرَیْہ بن عمرؒ کا ضعف واضح نہیں ہوتا۔ کیونکہ محض کسی راوی کے تفرد سے اس کا ضعف لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے سمجھایا ہے۔ **(مسنون رکعات تراویح: ص ۲۳)**

اور "لین" کے الفاظ سے خود غیر مقلدین کے نزدیک راوی کا ضعف لازم نہیں ہوتا۔ **(مسنون رکعات تراویح: ص ۲۴)**

اہلحدیثوں کے اصول سے ہی ابن حبانؒ کی جرح توثیق سے متصادم ہونے کی وجہ سے ساقط ہو چکی ہے۔ **(نور العینین: ص ۶۲)**

یہ ہے ظہیر صاحب کی پیش کردہ عبارات کا حال !

الغرض بُرَیْہ بن عمر بن سفینہؒ کی توثیق ابن عدیؒ، امام ہیثمیؒ اور امام ابوداودؒ وغیرہ نے کر دی ہے۔ مزید خون پینے کے واقعہ کے کئی شواہد وغیرہ بھی موجود ہیں، جیسا کہ پہلے چکا۔ لہذا ان پر اعتراض باطل اور مردود ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ہیثمیؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا خونِ مبارک پاک ہے۔

۲- امام ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ " بَابُ طَهَارَةِ دَمِهِ وَبَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نبی ﷺ کے خونِ مبارک کے پاک ہونے کا بیان۔ **(المطالب العالیہ: جلد ۱۵: صفحہ ۵۷۵)**

۳- امام عینیؒ (م۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ: "وَقد وَردت أَحَادِيث كَثِيرَة أَن جمَاعَة شربوا دم النَّبِي، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام" اور بہت سی احادیث میں وارد ہے کہ ایک جماعت نے نبی ﷺ کے خونِ مبارک کو پیا ہے۔ اور امام عینیؒ اس کو نبی ﷺ کی خصوصیت میں سے قرار دیا ہے۔ **(عمدۃ القاری: جلد ۳: صفحہ ۳۵)**

۴- امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ "بَاب اخْتِصَاصه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بِطَهَارَة دَمه" نبی ﷺ کے خون کے پاک ہونے کی خصوصیت کا بیان۔ **(الخصائص الکبریٰ للسیوطی: جلد ۳: صفحہ ۳۱۹)**

۵- محدث، حافظ محمد بن یوسف الصالحی الدمشقیؒ (م۹۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

وموضوع الدلالة من هذه الأحاديث أن النبي صلى الله عليه وسلم لم ينكر على ابن الزبير ولا أم أيمن ولا من فعل مثل فعلها، ولا أمرهم بغسل الفم، ولا نهاهم عن العود إلى مثله، ومن حمل ذلك على التداوي، قيل له: قد أخبر صلى الله عليه وسلم «إن الله يجعل شفاء أمته فيما حرم عليها» رواه ابن حبان في صحيحه فلا يصح حمل الأحاديث على ذلك بل هي ظاهرة في الطهارة.

اور یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ابن زبیرؓ کو منع نہیں کیا اور نہ ام ایمنؓ اور نہ ان لوگوں کو جنہوں نے اس طرح کا کام کیا اور ان لوگوں کو اپنا منہ دھونے کا حکم دیا نہ ان کو دوبارہ ایسا کرنے سے روکا۔

اور جو لوگ اس کو دوا پر محمول کرتے ہیں، تو ان کا جواب دیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث: اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کی شفاء حرام چیزوں میں نہیں رکھی، اسے ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (لہذا) ان احادیث کو دوا پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ وہ پاک ہونے میں ظاہر ہے۔ **(سبل الہدیٰ والرشاد: جلد ۱۰: صفحہ ۴۵۶)**

**آخری بات:**

عام انسانوں کے پسینہ میں خوشبو نہیں آتی، لیکن صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

بالکل اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ عام انسانوں کا خون ناپاک ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کا خونِ مبارک پاک ہے۔

کیونکہ نبی ﷺ کے سامنے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کا خونِ مبارک پیا، لیکن آپ ﷺ نے انہیں کچھ نہیں فرمایا، بلکہ بعض کو بشارت بھی دی ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی۔ پس، یہی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا خونِ مبارک پاک ہے، جو کہ آپ ﷺ کی خصوصیت میں سے ہے، اور یہ سب صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے شیخ ابو عائشہ نے جہالت کا اظہار کرتے ہوئے 'خون پینے والے واقعہ کو بدعت بتایا ہے'۔ **(فتاویٰ اور حقائق :صفحہ ۲۹- ۳۰)**

جبکہ دلائل کے رو سے یہ بات **مردود** ہے۔

نیز، اگر غیر مقلدین صحیح احادیث کے مقابلہ میں **اپنی، خود ساختہ رائے** **کو صحیح سمجھتے ہیں،**

تو جس طرح انہوں نے **فضائلِ اعمال کے واقعہ پر بدعت کا فتویٰ دیا ہے**، کیا وہی فتویٰ غیر مقلدین ان **سلفِ صالحین پر لگا سکتے ہیں ، جنہوں نے حضور ﷺ کے خونِ مبارک کو پاک قرار دیا ہے۔**

اللہ تعالیٰ ساری امتِ مسلمہ کو حق بات قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# خون اور پیشاب پینے کی روایات پر غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات

-مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ

**حاشیہ:** مولانا عبد الرحیم قاسمی

**اعتراض:۱** خونِ نبوی پینا قرآن کی مخالفت ہے

فضائل اعمال میں کسی صحابی کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کا خون پیا تھا۔ شکیل احمد میرٹھی صاحب غیر مقلد اِس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" قرآن کریم میں چار مقامات پر خون کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ قرآن کریم کی مذکورہ چار آیتوں کو بار بار پڑھئے پھر اس روایت کو جو حکایاتِ صحابہ میں لکھی ہے پڑھئے کیا دونوں میں تضاد نہیں ہے"۔ **(تبلیغی جماعت کا نصاب:۱۲)**

**الجواب:**

(۱) قرآن کی جو آیات میرٹھی صاحب نے پیش کی ہیں ان میں عام خون کی بات ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے خون کا استثناء دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ علمائے امت نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فضلات پاک ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے، یہاں غیر مقلدیت کے مایہ ناز بزرگ کی گواہی نقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

مولانا محب اللہ شاہ راشدی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس (خون) کا کھانا پینا حرام ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خونِ مبارک اس سے مستثنیٰ ہو، اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہو، حدیث میں آتا ہے کہ مسجد میں تھوکنا یا بلغم نکال کر پھینکنا یا ناک کی غلاظت کو مسجد میں پھینکنا گناہ ہے، حالانکہ قریش کے ایلچی نے صلح حدیبیہ کے موقع پر خود دیکھا (جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے) کہ آپ ﷺ جب تھوکتے تھے تو وہ کسی صحابی کے ہاتھ یا بازو پر پڑتی تھی اور جب وضو فرمایا تو اس کے پانی (جس میں آپ کی مضمضہ والا پانی اور ناک کی غلاظت بھی شامل تھی) کو لوگوں نے پیا اور اپنے چہروں وغیرہ پر مل دیا، بہر حال یہ خصوصیت نبی کریم ﷺ کی تھی ورنہ اگر ہم میں سے کوئی آدمی دوسرے آدمی کے منہ تو کیا ہاتھ پر ہی تھوک دے تو وہ اس پر چراغ پا ہونے سے نہیں رہ سکتا، اگر مضمون نگار اللہ کے رسول ﷺ کے خونِ مبارک کو خصوصیت کا فائدہ دینے

کیلئے تیار نہ ہوں تو یہ زیادہ سے زیادہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک لغزش ہوئی جو بے حد محبت اور تعظیم میں عقیدت مندی سے صدور میں آئی جو بہر حال قابل عفو و در گزر ہے"۔ **(مقالات راشدیہ: ج۱: ص ۲۱۱)**

خونِ نبوی کا پاک ہونا خاصہ نبوی ہے جیسے نبوی نیند کا ناقض وضو نہ ہونا خاصہ نبوی ہے۔

اُسی طرح نیند کے ناقض وضو ہونے کی عام روایات کو لے کر نبوی نیند کو ناقض قرار دینا غلط ہے، اسی طرح خون کی نجاست وحرامت کے عام دلائل کو مدار بنا کر خونِ نبوی کو ناپاک قرار دینا غلط ہے، شکیل احمد میر ٹھی وغیرہ آل غیر مقلدیت خاص کر خونِ نبوی کو نجاست قرار دینے کی دلیل پیش کریں۔**(نزل الابرار: ج ۱-ص ۴۹)**

اب رہا خون پینے کا ثبوت، آیئے مولانا محب اللہ شاہ راشدی صاحب غیر مقلد کی زبانی سنئے۔

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

"ابن ہشام نے جو روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے وہ میرے نزدیک حسن الاسناد ہے، اس کو ضعیف قرار دینا تحقیق کے خلاف ہے، ابن ہشام کی یہ روایت میں ابن سید الناس کی کتاب "عیون الاثر" ج ۲ سے نقل کر رہا ہوں۔

"قال ابن هشام وذكر لى ربيح بن عبد الرحمن بن ابى سعيد الخدرى عن أبيه عن أبى سعيد الخدرى أن عتبة بن أبى وقاص رمى رسول الله ﷺ يومئذ فكسر رباعيته اليمنىٰ السفلىٰ وجرح شفتيه السفلىٰ وإن عبد الله بن شهاب الزهرى شجه فى وجهه إن ابن قمئة جرح وجنته فدخلت حلقتان من المغفر فى وجنته ووقع رسول الله ﷺ فى حفرة من الحفر التى عمل أبو عامر ليقع فيها المسلمون وهم لا يعلمون فأخذ على بن ابى طالب بيد رسول الله ﷺ ورفعه طلحة بن عبيد الله حتى استوىٰ قائما ومص مالك بن سنان ابو ابى سعيد الخدرى الدم من وجهه ثم ازدرده فقال رسول الله ﷺ من مس دمى لم تصبه النار"۔**(مقالات راشدیہ: ج ۱: ص ۲۰۸)**

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ میں رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے، مالک بن سنان رضی اللہ نے آپ کے زخم کو صاف کرتے ہوئے خون کو چوسا اور نگل گئے، آپ ﷺ نے فرمایا جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا اسے جہنم کی آگ نہیں پہنچے گی۔

راشدی صاحب اس حدیث کی سند پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" بہر کیف یہ سند حسن سے کم نہیں ہے، لہذا یہ واقعہ صحیح و ثابت ہے، حضرت مالک بن سنان والد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے چہرہ مقدس کا خونِ مبارک چوسا اور پھر نگل لیا، ایک روایت میں اس طرح بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ یہ خون جو تونے چوسا ہے اس کو زمین پر پھینک دو لیکن انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم میں اس کو زمین پر نہیں پھینکوں گا اور اس کو نگل لیا، یہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے بے انتہاء محبت و تعظیم و احترام کی وجہ سے ہوا یعنی انہوں نے سوچا آپ ﷺ کا خونِ مبارک کلی کرکے زمین پر کیسے پھینک دوں، اس لئے اسے اپنے پیٹ میں ہی بھیج دیا، اس قسم کی احترام و تعظیم کی وجہ وج امر کی انحرافی (بظاہر) نظر آتی ہے وہ گناہ نہیں سمجھی جاتی بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کو زلت و لغزش ہی کہا جاسکتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار نے اصرار کیا کہ محمد (ﷺ) کے آگے رسول اللہ ﷺ کی بجائے ابن عبد اللہ لکھا جائے اس پر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ (جو کتابت کر رہے تھے) سے فرمایا کہ " رسول اللہ " الفاظ مٹادو، لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ سے ان الفاظ کو مٹانا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہی ان کو مٹایا، پھر آپ ﷺ نے خود کاغذ لے کر اس سے یہ الفاظ مٹاڈالے، آپ سوچیں کیا اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے امر سے انحراف ہوا یا نہیں؟ یقیناً ہوا لیکن نہ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو ڈانٹا اور نہ ہی کسی قسم کے غصہ کا اظہار فرمایا کیوں؟ اس لئے کہ یہ امر کی انحرافی ایمان کامل وعقیدہ راسخہ نبی کریم ﷺ کے اللہ کے سچے رسول ہونے پر مبنی تھی بس یہی وجہ یہاں بھی تصور فرمالیجئے"۔ **(مقالات راشدیہ: ج۱: ص۲۱۰)**

راشدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

" آپ ﷺ مجروح ہوئے تھے اور خون بھی کافی بہا تھا اور اس لئے ایک صحابی نے اسے چوسا اور زخم کو صاف کیا اور وہ چوسا ہوا خون مبارک زمین پر تھوکنے کی طرح پھینکنے سے گریز کرتے ہوئے نگل گئے اور چونکہ محبت و احترام اور تعظیم کی وجہ سے ہوا تھا اسلئے آپ نے یہ فرمایا "من مس دمی دمه لم تصبه النار" اس میں گو لفظ "من" عام ہے لیکن اصل مقصود اس سے وہی مالک بن سنان مراد ہیں کیونکہ سیاق وسباق اس پر دال ہے" ۔ **(مقالات راشدیہ: ج ۱: ص۲۱۲)**

**تنبیہ:**

راشدی صاحب کا یہ مضمون مولانا مبشر رحمانی صاحب غیر مقلد کی تحریر کا جواب ہے، راشدی صاحب نے ربانی صاحب کی اس کاوش کو ستم ظریفی اور بے انصاف سے تعبیر کیا بلکہ یوں لکھا ہے۔

"مضمون نگار کی یہ نگارشات ان کے علمی شان سے بمراحل بعید ہیں، گستاخی معاف! میں تواس کو ان کے ہفوات شمار میں کروں گا"۔ **(مقالات راشدیہ: ج۱: ص۲۱۲)**

**اعتراض نمبر ۲ :** **صحابی کا نبوی خون کو پینا ثابت نہیں**

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کا خون پیا تھا۔ (فضائل اعمال)

میرٹھی صاحب اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیخ زکریا صاحب نے خمیس نامی کتاب کے حوالہ سے لکھی ہے، خمیس نامی کتاب اہل علم کے یہاں مستند و معتبر کتابوں میں شمار نہیں ہوتی۔" **(تبلیغی جماعت کا نصاب: ۱۲)**

**الجواب:**

(۱) مولانا محب اللہ شاہ راشدی صاحب غیر مقلد نے معتبر و مستند کتاب سے مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کے خون پینے کی حدیث نقل کی ہے اسے سنداً حسن کہا ہے[6] جیسا کہ پہلے (اعتراض نمبر : ا کے جواب میں) **مقالاتِ راشدیہ ۱/۲۰۸** کے حوالہ سے بات گزر چکی ہے، آپ مستند کتاب کی اس مستند بات کو مان لیں۔

(۲) اگر آپ کے نزدیک خمیس نامی کتاب معتبر نہیں تو جو آپ کے ہاں معتبر کتب سمجھی جاتی ہیں انہیں ملاحظہ فرمالیتے۔

امام بیہقی سنن کبریٰ (۷، ۶۷) میں اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"وروي من غير وجه آخر عن اسماء بنت أبى بكر وعن سلمان فى شرب ابن الزبير رضي الله عنهم دمه" حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے آنحضرت ﷺ کے خون پی جانے کا واقعہ حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے دوسرے طریق سے روایت کیا گیا ہے۔

---

[6] ابو سعید خدریؓ کی روایت پر مکمل تحقیق ص: پر موجود ہے۔

حافظ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ مجمع الزوائد (۸۔۲۷۰) میں اس واقعہ کو خصائص نبوی کے باب میں درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں " رواہ الطبرانی والبزار ورجال البزار رجال الصحیح غیر ھنید بن القاسم وھو ثقة" یہ طبرانی اور بزار کی روایت ہے اور بزار کے تمام راوی صحیح کے ہیں سوائے ھنید بن القاسم کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی نے تلخیص مستدرک (۳۔۵۵۴) میں اس پر سکوت کیا ہے اور سیر اعلام النبلاء (۳۔۳۶۶) میں لکھتے ہیں " رواہ أبو یعلیٰ فی مسندہ وماعلمت فی ھنید جرحة" یہ حدیث امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے اور ھنید راوی کے بارے میں کسی جرح کا علم نہیں۔

کنز العمال (۱۳۔۴۶۹) میں اس کو ابن عساکر کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: رجالہ ثقات، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔[7]

میر ٹھی صاحب! السنن اکبریٰ، مجمع الزوائد، تلخیص المستدرک وغیرہ یہ کتابیں غیر معتبر وغیر مستند ہیں؟ اگر خمیس نامی کتاب کو آپ نہیں مانتے تو ان مذکورہ کتابوں کو مان لیں۔

**اعتراض:۳** **صحابی نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب نہیں پیا**

شکیل احمد میر ٹھی صاحب لکھتے ہیں:

"شیخ زکریا صاحب نے۔۔۔۔خود ساختہ روایت سے ایک مسئلہ اور نکالا کہ "حضور ﷺ کے فضلات، پیشاب، پاخانہ پاک ہے۔" **(تبلیغی جماعت کا نصاب:۱۳۰)**

**الجواب:**

(۱) پیشاب پینے کی روایت کو علمائے امت نے تسلیم کیا ہے بلکہ غیر مقلدین بھی اس کا ثبوت مانتے ہیں، جن میں مولانا عبد اللہ روپڑی صاحب اور حافظ زبیر علی زئی صاحب شامل ہیں۔

اس سلسلہ کا ایک سوال اور پھر مولانا عبد اللہ روپڑی کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

---

[7] ابن زبیرؓ کی روایت پر مکمل تحقیق ص: پر موجود ہے۔

**سوال:**

"کیا نبی کریم ﷺ کا پیشاب اور خون پاک تھا اگر نہیں تو مولوی رحیم بخش نے اسلام کی دسویں کتاب میں یہ کس دلیل اور کس کتاب سے لکھا ہے کہ: ایک برکت نام عورت نے آپ ﷺ کا پیشاب پی لیا آپ ﷺ نے فرمایا تو کبھی پیٹ کی بیماری سے بیمار نہ ہو گی۔ **(ص۵ سطر ۲۱)**

**الجواب:**

اس عورت کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں یہ وہی ام ایمن اسامہ بن زید بن حارثہ کی والدہ ہے کیونکہ اس کا نام بھی برکت ہے اور بعض کہتے ہیں یہ اور عورت ہے، مولوی رحیم بخش صاحب نے جو روایت بیان کی ہے وہ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ذکر کی ہے، اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ عن أم أيمن قالت كان النبى ﷺ فسخارة يبول فيها بالليل فكنت إذا أصبحت أصبتها فنمت ليلة وأنا عطشانة فغلطت فشربتها فذكرت ذالک للنبي ﷺ فقال إنک لاتشتكى بطنک بعد يومک هذا ۔ **(إصابة فى تمييز الصحابة : جلد۴ :صفحه ۴۳۳)** یعنی ام ایمنؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے ایک مٹی کا پیالہ تھا جس میں رات کو (عذر کی بناء پر) پیشاب کیا کرتے تھے، ایک رات میں پیاسی سو گئی پس غلطی سے وہ پیشاب پی لیا، پس رسول اللہ ﷺ کے پاس میں نے اس کا ذکر کیا، فرمایا: اس دن کے بعد تجھے کبھی پیٹ میں درد نہیں ہو گا، اس روایت سے آپ کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ غلطی سے پیا گیا ہے رہا آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اگر تیرے پیٹ میں درد نہیں ہو گا، یہ علاج ہے بعض نجس چیز بھی علاج بن جاتی ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ غلطی اس سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی وجہ سے ہوئی تھی اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاوضہ یہ دیا کہ اس نجس چیز کو اس کے لئے شفاء بنا دیا"۔ **(فتاویٰ اہل حدیث: ۱/ ۲۵۰)**

روپڑی صاحب نے یہاں تسلیم کیا ہے کہ پیشاب پینے کی روایت درست ہے البتہ ان کا یہ کہنا کہ یہ طہارت کی دلیل نہیں بلکہ بطورِ علاج ہے کئی وجوہ سے غلط ہے، ایک اس لئے کہ محدثین وفقہاء نے اس جیسی روایات کی وجہ سے فضلاتِ نبوی کو پاک کہا ہے، دوسرا یہ کہ اسے بطورِ علاج قرار دینا خود غیر مقلدین کے اصول کے خلاف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حرام میں شفاء نہیں رکھی، کہاں گیا یہ اصول؟

حافظ زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کا پیشاب بھی بدبودار نہیں تھا جیسا کہ امیمہ بنت رقیقہ التیمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (رات) کو ایک برتن میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کی چارپائی کے نیچے ہوتا تھا، ایک دفعہ ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کی خادمہ برہ (حبشیہ رضی اللہ عنہا) نے اسے (پانی سمجھ کر) پی لیا تھا۔ (دیکھئے الاستیعاب لابن عبد البر المطبوع الاصابہ ۴/۲۵۱) اس روایت کی سند حکیمہ بنت امیمہ تک بالکل صحیح ہے"۔ **(علمی مقالات:۶/۶۸)**

پیشاب کے پیئے جانے کی حدیث کو کئی محدثین نے معتبر قرار دیا جیسا کہ آگے اعتراض:۴ کے ذیل میں آرہا ہے۔

## اعتراض نمبر ۴ : فضلاتِ نبوی کو کسی محدث وفقیہ نے پاک نہیں کہا

شکیل احمد میرٹھی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شیخ زکریا صاحب نے ایک مسئلہ اور نکالا کہ "حضور ﷺ کے فضلات، پیشاب، پاخانہ پاک ہیں" یہ کتنی بڑی جسارت ہے کہ ایک غیر مستند روایت سے ایک ایسی بات نکالی جس کا محدثین وفقہاء میں کوئی قائل نہیں، ہاں اہل بدعت کے یہاں یہ بات ضرور مشہور ہے۔" **(تبلیغی جماعت کا نصاب:۱۳)**

**الجواب:**

پیشاب پیئے جانے کی روایت کو غیر مستند کہنا ہی جسارت ہے کیونکہ وہ روایت خود کئی غیر مقلدین کے ہاں بھی ثابت ہے اور یہ کہنا بھی جسارت سے کم نہیں کہ محدثین وفقہاء میں سے فضلاتِ نبوی کو پاک کہنے والا کوئی نہیں، فقہاء ومحدثین میں سے جن حضرات نے فضلاتِ نبوی کو پاک کہا ہے ان میں چند یہ ہیں:

امام بیہقی رحمہ اللہ **(م ۴۵۸ھ)** سنن کبریٰ میں کتاب النکاح کے ذیل میں آنحضرت ﷺ کے چند خصائص ذکر کئے ہیں اسی سلسلہ میں ایک باب کا عنوان ہے:

"باب ترکه الإنکار علی من شرب بوله ودمه"

جن حضرات نے آپ کا پیشاب اور خون پیا ان پر آپ کا انکار نہ کرنا" اور اس کے تحت تین واقعات سند کے ساتھ ذکر کئے ہیں، حضرت امیمہ کا واقعہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر کا واقعہ اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”وقد تكاثرت الأدلة على طهارة فضلاته وعد الأيمة ذلک من خصائصه فلا يلتفت إلى ما وقع فی کتب کثير من الشافعية مما يخالف ذلک ، فقد استقر الأمر بين أئمتهم على القول بالطهارة “۔

آنحضرت ﷺ کے فضلات کے پاک ہونے کے دلائل حدِ کثرت کو پہنچے ہوئے ہیں، اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے، پس بہت سے شافعیہ کی کتابوں میں جو اس کے خلاف پایا جاتا ہے وہ لائق التفات نہیں کیونکہ ان کے ائمہ کے درمیان طہارت کے قول ہی پر معاملہ آن ٹھہرا ہے۔ (**فتح الباری ۱/۲۷۲ باب الماء الذی يغسل به شعر الانسان**)

امام نووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) شرح مہذب میں پیشاب اور دیگر فضلات کے بارے میں شافعیہ کے دونوں قول نقل کر کے طہارت کے قول کو راجح قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”حديث شرب المرأة البول صحيح، رواه الدارقطنی ، وقال حديث صحيح وهو کاف فی الإحتجاج لکل الفضلات قياسا“

عورت کے پیشاب پینے کا واقعہ صحیح ہے، امام دار قطنی نے اس کو روایت کر کے صحیح کہا ہے اور یہ حدیث قیاساً تمام فضلات کی طہارت کے استدلال کے لیے کافی ہے۔ (**شرح مہذب: ۱/۲۳۴**)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) یہ واقعات درج ذیل عنوان کے تحت ذکر فرمائے ہیں: ”باب اختصاصه ﷺ بطهارة دمه وبوله وغائطه“ آنحضرت ﷺ کی اس خصوصیت کا بیان کہ ان کا خون، پیشاب اور پاخانہ پاک تھا۔

امام بیہقی حافظ ابن حجر علامہ نووی اور سیوطی رحمہم اللہ یہ سب وہ حضرات ہیں جنہیں غیر مقلدین نے اہل حدیث و غیر مقلد کہا ہے۔[8]

---

[8] ان کے علاوہ، امام ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ)، حافظ الحدیث، امام بغویؒ (م ۵۱۶ھ) اور حافظ محمد بن صالح الشامیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے بھی اس کو نبی ﷺ کے خصائص میں مانا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنے دوسری کتاب میں فرماتے ہیں کہ ” بَابُ طَهَارَةِ دَمِهِ وَبَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ نبی ﷺ کے خونِ مبارک کے پاک ہونے کا بیان۔ (**مجلہ دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۳: ص ۷**)۔

فقہ شافعی کی کتاب نہایۃ المحتاج ۱/۲۴۲، فقہ شافعی کی کتاب "مغنی المحتاج ۱/۷۹" فقہ مالکی کی کتاب "**منح الجلیل شرح مختصر الخلیل**" میں فضلاتِ نبوی کو پاک کہا گیا ہے۔

اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ شوافع اور مالکیہ کو غیر مقلدین نے مجموعی طور پر "اہل حدیث" کہا ہے۔ (**سلفی تحقیقی جائزہ: صفحہ ۸۲**)

میرٹھی صاحب! فضلاتِ نبوی کو پاک کہنے والے یہ سب حضرات بدعتی ہیں؟[9] یہاں مجھے مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد کا ذیل تبصرہ یاد آرہا ہے:

"بریلویوں کی تردید میں کم از کم ان اکابرین کو بدعتیوں کی صف میں کھڑا نہ کیجئے۔ آپ ان سے علمی اختلاف کیجئے مگر خدارا انہیں اہل السنۃ کی صف سے خارج نہ کیجئے"۔ (**مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینے میں: ۲۵۵**)

۱) امام آل غیر مقلدیت علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں: "آنحضرت (ﷺ) کے تمام فضلات تک پاک اور طاہر تھے"۔ (**تیسیر الباری ۱/۱۳۴**)

۲) فضلات میں سے خون کا استثناء مولانا محبّ اللہ شاہ راشدی صاحب نے تسلیم کیا ہے چنانچہ انہوں نے لکھا "اس خون کا کھانا پینا حرام ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خون مبارک اس سے مستثنیٰ ہو"۔ (**مقالاتِ راشدیہ ۱/۲۱۱**)[10]

درجِ ذیل حضرات نے بھی فضلاتِ نبوی کو پاک کہا ہے۔

- علامہ شامیؒ۔ (**رد المحتار ۱/۲۱۸**)
- علامہ عینیؒ۔ (**عمدۃ القاری ۲/۳۵**)
- ملا علی قاریؒ۔ (**جمع الوسائل ۲/۲**)
- مولانا انور شاہ کشمیریؒ۔ (**فیض الباری ۱/۲۵۰**)

---

[9] ایک اور غیر مقلدین کے شیخ ابو عائشہ نے بھی خون پینے والے واقعہ کو بدعت بتایا ہے۔ (**فتاویٰ اور حقائق: صفحہ ۲۹-۳۰**)

[10] غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ مبارک پوری نے بھی حضور ﷺ کے فضلات کو طاہر مانا ہے۔ (**فتاوی شیخ الحدیث مبارک پوری: ج۱: ص۱۸۲**)

- مولانا یوسف بنوریؒ۔ **(معارف السنن ۱/۹۸)**[11]

**فضلات کی طہارت پر عقلی دلیل:**

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ نے فضلات کی طہارت پر دلائل اور فقہاء و محدثین کے اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اب نکتہ محض تبرعاً لکھتا ہوں، جس سے یہ مسئلہ قریب الفہم ہو جائے گا، حق تعالیٰ شانہ کے اپنی مخلوق میں عجائبات ہیں، جن کا ادراک بھی ہم لوگوں کے لیے مشکل ہے، اس نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے بعض اجسام میں ایسی محیر العقول خصوصیات رکھی ہیں جو دوسرے اجسام میں نہیں پائی جاتیں، وہ ایک کیڑے کے لعاب سے ریشم پیدا کرتا ہے، شہد کی مکھی کے فضلات سے شہد جیسی نعمت ایجاد کرتا ہے اور پہاڑی بکرے کے خون کو نافہ میں جمع کر کے مشک بنا دیتا ہے، اگر اس نے اپنی قدرت سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مقدسہ میں بھی ایسی خصوصیات رکھی ہوں تو کچھ جائے تعجب نہیں۔

اہل جنت کے بارے میں سبھی جانتے ہیں کہ کھانے پینے کے بعد ان کو بول و براز کی ضرورت نہ ہو گی، خوشبودار ڈکار سے سب کھایا پیا ہضم ہو جائے گا اور بدن کے فضلات خوشبودار پسینے میں تحلیل ہو جائیں گے، جو خصوصیت اہل جنت کے اجسام کو وہاں حاصل ہو گی، اگر حق تعالیٰ شانہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے پاک اجسام کو وہ خاصیت دنیا ہی میں عطا کر دیں تو بجا ہے پھر جب کہ احادیث میں اس کے دلائل بہ کثرت موجود ہیں، اپنے اوپر قیاس کر کے ان کا انکار کر دینا یا ان کے تسلیم کرنے میں تامل کرنا صحیح نہیں۔" **(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۱۰/۷)**

مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فضلہ کا معنیٰ بچا ہوا پھوک ہے، معدہ کھانے کا پکاتا ہے، اس میں اصل قوت جگر کھینچ لیتا ہے اور پھوک پاخانہ بن کر نکل جاتا ہے، پھر جگر خون تیار کر کے دل کو دیتا ہے اور جو پھوک رہ جاتا ہے وہ پیشاب بن کر خارج ہو جاتا ہے، یہ جگر کا فضلہ ہے پھر وہ پسینے کی شکل میں خارج ہوتا ہے، پھر وہ خون ایک ایک رگ کو سٹیم مہیا کرتا ہے، اس خون سے جو فضلہ بچتا ہے وہ مسامات میں پسینے کی شکل میں خارج کرتا ہوتا ہے، پھر جو خون جزوِ بدن اور گوشت بن گیا اس کا پھوک میل کچیل کی شکل میں مسامات کے ذریعہ نکلتا ہے، لیکن یہ تو صراحتاً ثابت ہے

[11] ان کے علاوہ کئی علماء دیوبند کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ جس کی تفصیل **مجلہ دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۳: ص ۱** پر موجود ہے۔

کہ عوام کے میل کچیل پر مکھی بیٹھتی ہے مگر آنحضرت کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ بھی متفق علیہ حقیقت ہے کہ عوام کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کا پسینہ مبارک دنیا کی اعلیٰ ترین خوشبوؤں کو شرماتا تھا۔

آپ ﷺ کی نیند مبارک کو بھی نیند ہی کہا جاتا تھا مگر وہ نیند ہماری ہزار بیداریوں سے اعلیٰ وارفع تھی، آپ ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا تھا، آپ ﷺ کی نیند مبارک سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا تو جیسے آپ کا پسینہ مبارک پسینہ ہی کہلاتا ہے مگر یہ کس نے کہا کہ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو عام انسانوں جیسا سمجھا جائے گا، وہ آپ ﷺ کے لیے پسینہ ہی تھا مگر عشاق کے لیے بہترین خوشبو بادام روغن نکالنے کے بعد جو بادام کا فضلہ بچتا ہے وہ بادام کا تو فضلہ ہی ہے مگر بنولہ کہے کہ میرے فضلہ جیسا ہے تو کوئی عقل مند اس کو تسلیم نہیں کرے گا، آنحضرت ﷺ بے شک انسان تھے لیکن آپ ﷺ کو جن خصائص سے اللہ نے نوازا تھا ان خصائص کا انکار کیوں کیا جائے؟ یاقوت بھی پتھر ہے، حجرِ اسود بھی ایک پتھر ہے مگر یاقوت اس کا مقابلہ کہاں کر سکتا ہے، حجرِ اسود جنت سے آیا ہوا ہے، حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے خواص رکھ دیئے ہیں اسی لیے ان اجسام مطہرہ کو مٹی پر حرام کر دیا گیا، اسی طرح دوسرے فضلات بھی اگر خصوصیات طہارت رکھتے ہوں تو اس میں کیا اشکال ہے۔" **(تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۳۴ طبع ملتان)**

## حدیث " لَئِنْ قَامَ(یعنی عیسی بن مریم) عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَأُجِيبَنَّهُ " کی تحقیق

**-مفتی ابن اسماعیل المدنی**

امام ابو یعلیٰ موصلیؒ **(م۳۰۷)** فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي صَخْرٍ، أَنَّ سَعِيدًا الْمَقْبُرِيَّ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لَيَنْزِلَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ، وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ، وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ، وَلَيُعْرَضَنَّ عَلَيْهِ الْمَالُ فَلَا يَقْبَلُهُ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَأُجِيبَنَّهُ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذات کی قسم، جسکے ہاتھ میں ابو القاسم کی جان ہے، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور امام، منصف اور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے،۔۔۔۔ پھر اگر وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں: اے محمد ﷺ! تو میں ضرور جواب دوں گا۔ **(مسندِ ابی یعلیٰ: جلد ۱۱: صفحہ ۴۶۲، حدیث نمبر ۶۵۸۴**، مسندِ ابی یعلیٰ کے محقق، شیخ حسین سلیم اسد نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو صحیح کے رجال کہا ہے۔ **مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۳۸۱۳**، شیخ البانی بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں، **سلسلہ الاحادیث الصحیحۃ: جلد ۶: صفحہ ۵۲۴)**

رواۃ کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱ – امام ابو یعلیٰ موصلیؒ **(م ۳۰۷ھ)** بھی ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۷: صفحہ ۱۱۲)**

۲- امام احمد بن عیسیٰؒ **(م ۲۴۳ھ)** صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ، صدوق ہیں۔ **(تقریب: رقم ۸۶، الکاشف)**

۳ – امام عبد اللہ وھبؒ **(م ۱۹۷ھ)** بھی صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ، حافظ اور عابد ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۶۹۴)**

۴ – ابو صخر جن کا نام حمید بن زیاد اور المدنیؒ **(م ۱۸۹ھ)** صحیح مسلم کے راوی، اور جمہور کے نزدی ثقہ، صدوق ہیں۔ **(تہذیب التھذیب: جلد ۳: صفحہ ۴۲)**

۵ – سعید بن ابی سعید المقبریؒ **(م ۱۲۰ھ)** صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔

**نوٹ:**

سعید بن ابی سعید المقبریؒ (م ۱۲۰ھ) اپنی موت سے ۴ سال پہلے مختلط ہو گئے تھے، لیکن ان سے حالتِ اختلاط میں کسی نے کوئی روایت نہیں لی جیسا کہ امام ذہبیؒ نے صراحت کی ہے۔ (**الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط : ۱۳۲**) لہذا سعیدؒ سے یہ روایت ان کے شاگرد ابو صخرؒ نے ان کے اختلاط سے پہلے لی ہے۔

۶ – ابو ہریرہؓ مشہور صحابیِ رسول اور حافظ الصحابہ ہیں۔ (**تقریب**)

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں اور اس کی سند حسن ہے۔

**اعتراض:**

زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ اس کی سند میں عبد اللہ بن وھبؒ (م ۱۹۷ھ) مدلس ہیں، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ (**الحدیث**)

**الجواب:**

امام عبد اللہ بن وھبؒ (م ۱۹۷ھ) پہلے طبقہ کے مدلس ہیں، (**طبقات المدلسین: صفحہ ۲۲**) لہذا ان کی 'عنعنہ' والی روایت قابلِ قبول ہے۔ پھر ان کے ثقہ متابع بھی موجود ہیں، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے، لہذا اس روایت میں ان پر تدلیس کا الزام باطل و مردود ہے۔

**متابع نمبر ۱ :**

امام محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنیؒ (م ۲۴۳ھ) اپنی کتاب مسند العدنی میں فرماتے ہیں کہ:

ثَنَا الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ- رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- أَنّ رسول اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: " إِنَّ عِيسَى- عَلَيهِ السَّلَامُ- مارٌّ بِالْمَدِينَةِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا وَلَئِنْ سَلَّمَ عَلَيَّ لَأَرُدَنَّ عَلَيْهِ۔

یقیناً عیسیٰ علیہ السلام عمرہ یا حج کرنے کیلئے مدینہ سے گزریں گے، اگر وہ مجھ پر (میری قبر کے پاس) کھڑے ہو کر سلام کریں گے، تو میں ضرور بالضرور ان کا جواب دوں گا۔ (**مسند العدنی**، بحوالہ اتحاف الخیرۃ المھرۃ: جلد ۷: صفحہ ۴۳۷، واسنادہ حسن)

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں، تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنیؒ (م۲۴۳ھ) صحیح مسلم کے راوی ہیں اور صدوق اور مسند العدنی کے مصنف ہیں۔(**تقریب: رقم ۶۳۹۱، الاکمال للمغلطائی: جلد ۱۰: صفحہ ۷۰**)

۲۔ عبد العزیز بن محمد الدراوردیؒ (م۱۸۷ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور جمہور کے نزدیک ثقہ، صدوق ہیں۔(**تقریب: رقم ۴۱۱۹، تہذیب التہذیب: جلد ۶: صفحہ ۳۵۴**)

۳۔ محمد بن زید بن المہاجرؒ بھی ثقہ ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۸۹۴**)

۴۔ سعید بن ابی سعید المقبریؒ (م۱۲۰ھ) کی توثیق گزر چکی۔

۵۔ ابو ہریرۃؓ، مشہور صحابی رسول اور حافظ الصحابہ ہیں۔(**تقریب**)

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں، اور اس کی سند بھی حسن ہے۔ اور امام بوصیریؒ (م۸۴۰ھ) بھی اس کی سند کے تمام روات کو ثقہ کہتے ہیں۔(**اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ج۷: ص۷۳**)

**متابع نمبر ۲:**

امام ابو القاسم ابن العساکرؒ (م۵۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

أخبرنا أبو محمد بن طاوس أنبأنا أبو الحسين أحمد بن عبد الرحمن بن محمد الذكواني أنبأنا أبو الفرج عثمان بن أحمد بن إسحاق البرجي حدثنا أبو جعفر محمد بن عمر بن حفص حدثنا إسحاق بن إبراهيم شاذان حدثنا سعد بن الصلت عن حميد بن صخر عن سعيد المدني عن أبي هريرة عن النبي (صلى الله عليه وسلم) قال لا تقوم الساعة حتى ينزل عيسى بن مريم إماما مقسطا وحكما عدلا ويقتل الخنزير ويكسر الصليب ويذهب الشحناء ويصلح السنن ويفيض المال فلا يقبله أحد فإن قام عند قبري فقال يا محمد لأجيبه۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:۔۔۔۔اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں: اے محمد! (ﷺ) تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔(**تاریخ دمشق لابن عساکر: ج۴۷: ص۴۹۶**، واسنادہ حسن)

اس سند کے رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

۱ – حافظ ابن العساکرؒ (م ۵۷۱ھ) مشہور حافظ الحدیث اور ثقہ، محدث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۱۲: صفحہ ۴۹۳)**

۲ – امام ابو محمد ہبۃ اللہ بن احمد بن طاؤوسؒ (م ۵۳۶ھ) بھی ثقہ، صدوق ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۱۱: صفحہ ۶۶۵)**

۳ – امام احمد بن عبد الرحمن الھمذانی الاصبہانیؒ (م ۴۸۴ھ) بھی صدوق اور شریف آدمی ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۱۰: صفحہ ۵۳۰)**

۴ – ابو الفرج عثمان بن احمد بن اسحاق البرجیؒ (م ۴۰۶ھ) بھی ثقہ ہیں۔

ان کی حدیث کو حافظ ابن العساکرؒ (م ۵۷۱ھ) اور امام مسعود بن حسن الثقفیؒ (م ۵۶۲ھ) کو صحیح اور حسن کہا ہے۔ **(معجم ابن عساکر: ج ۱: ص ۱۷۰، ۲۱۲، فوائد ابی فرج الثقفی: صفحہ ۱۰)**

اور کسی حدیث کی تصحیح و تحسین اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی، جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن عساکرؒ اور مسعود بن حسنؒ کے نزدیک ابو الفرج عثمان بن اسحاق البرجیؒ (م ۴۰۶ھ) ثقہ ہیں۔

۵ – ابو جعفر محمد بن احمد بن حفص الاصبہانیؒ (م ۳۳۰ھ) بھی صدوق، شیخ ہیں۔ **(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۵: ص ۲۷۱، التذییل: صفحہ ۲۸۲)**

۶ – اسحاق بن ابراہیم بن شاذانؒ (م ۲۶۷ھ) بھی ثقہ، صدوق ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۶: صفحہ ۲۹۴)**

۷ – امام سعد بن الصلتؒ (م ۱۹۶ھ) بھی ثقہ اور صالح الحدیث ہیں۔ **(سیر اعلام النبلاء: جلد ۹: صفحہ ۳۱۷ - ۳۱۸، کتاب الثقات للقاسم: جلد ۴: صفحہ ۴۳۶)**

۸ – حمید بن صخر جن کا نام حمید بن زیاد المدنی (م ۱۸۹ھ) ہے، صحیح مسلم کے راوی ہیں اور جمہور کے نزدیک ثقہ، صدوق ہیں، جیسا کہ توثیق گزر چکی ہے۔

۹ – سعید المدنی سے مراد سعید بن ابی سعید المقبریؒ (م ۱۲۰ھ) ہیں، جن کی توثیق گزر چکی ہے۔

**نوٹ:**

تاریخ دمشق لابن عساکر کے مطبوعہ نسخہ میں سعید المدنی کے بجائے صبیح المدنی موجود ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح سعید المدنی ہے، کیونکہ یہ حمید بن صخر کے استاد اور ابوہریرہؓ کے شاگرد ہیں، لہذا درست یہی ہے کہ یہاں پر سعید المدنی ہے، نہ کہ صبیح، پھر مسندِ ابی یعلیٰ کی روایت سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

۱۰ — ابوہریرہؓ مشہور صحابی رسول ہیں۔

معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن وھبؒ (م ۱۹۷ھ) کے متابع میں امام سعد بن الصلتؒ (م ۱۹۶ھ) ثقہ اور عبد العزیز بن محمد الدراوردیؒ (م ۱۸۷ھ) ثقہ، وغیرہ حضرات موجود ہیں۔

لہذا اس روایت میں ابن وھبؒ پر تدلیس کا الزام مردود ہے، تحقیق کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ثابت ہے۔

واللہ اعلم